بسم اللہ الرحمن الرحیم
فون نمبر ۴۹
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴
اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم سہ شنبہ
ایڈیٹر روشن دین تنویر
The Daily
ALFAZL
RABWAH
قیمت فی پرچہ ۱۲ پیسے

جلد ۵۵/۲۰	۱۹ شہادت ۱۳۴۵ ہش ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۸۵ ھ ۱۹ اپریل ۱۹۶۶ء	نمبر ۸۹

اخبارِ احمدیہ

○ ربوہ ۱۸ اپریل۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت ڈاڑھ میں تکلیف کی وجہ سے ناساز ہے۔ مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے حضور کے دانتوں کا معائنہ کیا ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور ایدہ اللہ کو اپنے فضل سے صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے آمین

○ ربوہ ۱۸ اپریل۔ محترم جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل کی طبیعت گزشتہ کئی روز سے نزلہ اور کھانسی کی وجہ سے بہت ناساز ہے۔ اگرچہ اب نسبتاً افاقہ ہے لیکن کمزوری بہت ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل و کرم سے شفائے کامل وعاجل عطا کرے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ سے ملاقات کے اوقات

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے خواہشمند احباب مطلع رہیں کہ حضور نے ملاقات کے لئے حسب ذیل اوقات کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

دفتری ضروریات کے واسطے افسران صیغہ جات کے لئے ۱۰½ بجے سے ۱۱ بجے تک۔

دیگر انفرادی احباب کے لئے ملاقات کا وقت ۱۱ بجے تا ۱۲ بجے ہوگا۔

احباب کو چاہیئے کہ وہ ۱۱ بجے سے چند منٹ پہلے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں تشریف لا کر اپنے اپنے نام اور غرض ملاقات نوٹ کرا دیں۔ نیز یہ کہ کم از کم اس قدر وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مصروفیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اور پھر جو وقت حضور ان کے لئے منظور فرمائیں اس کی پابندی فرمائیں۔

جو احباب ۱۱ بجے تک نہ پہنچ سکیں انہیں چاہیئے کہ اس دن ملاقات کے لئے زور نہ دیں۔ اگلے دن کا انتظار فرمائیں۔ تا کہ حضور کے منظور کردہ وقت کے اندر ملاقاتیں ختم ہو سکیں۔

مستورات کے لئے جمعہ اور اتوار کے دن ۲½ بجے کا وقت مقرر ہے۔ اس میں مستورات اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ اتوار کے دن صرف باہر سے آنے والی مستورات کو وقت دیا گیا ہے اتوار کے دن ربوہ کی مستورات ملاقات کی کوشش نہ فرمائیں۔

پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

○ ربوہ ۱۸ اپریل۔ مسلسل دو روز مطلع ابر آلود رہنے اور وقفہ وقفہ سے خاصی تیز بارش ہونے کے بعد آج یہاں مطلع صاف ہے اور دھوپ نکلی ہوئی ہے۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخالفتِ نفس بھی عبادت ہے۔ ثواب نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے

جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو عبادات محبوباتِ نفس میں شامل ہو جاتی ہیں

"مخالفتِ نفس بھی ایک عبادت ہے۔ انسان سویا ہوا ہوتا ہے جی چاہتا ہے کہ اور سو لے مگر وہ مخالفتِ نفس کر کے مسجد چلا جاتا ہے تو اس مخالفت کا بھی ایک ثواب ہے۔ اور ثواب نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے۔ ورنہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو پھر ثواب نہیں۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ جب نفس مطمئنہ ہو گیا تو ثواب کیسے رہا؟ نفس کی مخالفت کرنے سے ثواب تھا وہ اب رہی نہیں۔

قرآن شریف میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ (پ ۲۷) یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس کا درجہ ثواب کا نہ رہا تو یہ بات بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہاں تک صبر کرنا چاہیئے کہ اس کا دل یقین کر لے کہ میرے جیسا کوئی صابر نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ مہربان ہو کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو تمام عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ عبادات ترک کر دیتا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ عبادات کی بجا آوری میں اسے جو تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اب عبادات محبوباتِ نفس میں شامل ہو گئیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ اس کی محبوبات نفس تھیں۔ ایسا ہی نماز روزہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ انسان بڑے جوش والا ہے وہ صبر سے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ جلدی بے صبر نہیں ہونا چاہیئے۔"

(الملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۴۶)

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

خطبہ جمعہ

نظامِ وصیت کی اہمیت اور عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا

اس نظام میں شامل ہونا دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عملی ثبوت ہے، اور یہ اخلاص کے پرکھنے کا ایک خاص معیار ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمودہ ۴ مئی ۱۹۲۸ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ایک سال کے قریب ہوا میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ

وصیت کا معاملہ

نہایت اہم معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ایسی خصوصیت بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص الہامات کے ماتحت اسے قائم کیا ہے کہ کوئی مومن اس اہمیت و عظمت کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ سارا نظام ہی آسمانی اور خدائی اور الہامی نظام ہے مگر وصیت کا نظام ایسا نظام ہے۔ جسے خدا کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ باقی امور ایسے ہیں جو عام الہام کے ماتحت قائم کئے گئے ہیں مگر

وصیت کا مسئلہ

ایسا ہے جو خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ اور وصیت کا مسئلہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد ایک اقرار تھا۔ اس کے متعلق مومن کیا کرتا۔ کئی لوگ اس اقرار کو پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے اور کئی یہ اقرار کر کے خاموش ہو جاتے۔ پھر کئی ایسے ہوتے جو چاہتے کہ

دین کو دنیا پر مقدم

کریں۔ مگر اس کے لئے راہ نہ پاتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کیا کریں۔ پھر بیسیوں تھے جنہوں نے اس اقرار کو پورا کیا۔ اور بیسیوں ایسے تھے جو حیران تھے کہ کیا کریں۔ پھر اقرار کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا اقرار پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ ان کی مثال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سی تھی۔ جو کہ اپنے بھانجے پر جب ناراض ہوئیں۔ تو انہوں نے قسم کھائی۔ اور کہا میں اس سے نہ ملوں گی۔ اور اگر ملوں تو کچھ صدقہ دوں گی۔ اس میں صدقہ کی انہوں نے تعیین نہ کی تھی۔ آخر صحابہ کے دخل دینے اور بھانجے کے معافی مانگنے پر انہوں نے اسے معاف کر دیا اور اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی۔ اور اس کے لئے خاص طور پر صدقہ کریں۔ مگر باوجود اس کے حسرت کے ساتھ کہتیں معلوم نہیں میں نے جو اقرار کیا تھا وہ پورا ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے صدقہ کی تعیین کیوں نہ کر دی۔ تو بہت سے لوگ حیران تھے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو اقرار کیا ہے۔ وہ پورا ہوا ہے یا نہیں۔ تب

خدا تعالیٰ کی رحمت

جوش میں آئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتایا کہ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا یا نہیں۔ ان کے لئے یہ وصیت کا طریق ہے۔ اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے اقرار کو پورا کر سکتے ہیں کیونکہ

وصیت میں شرط

ہے کہ:۔

"خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔"

پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ طریق پر وصیت کرے اور اس پر قائم رہے۔ مگر کامل الایمان نہ ہو۔ تو وہ لوگ جن کے دل پر عدم اطمینان تھا۔ وہ اس وجہ سے بے چین تھے۔ کہ خبر نہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا ہے یا نہیں۔ ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے الہام کے ماتحت یہ رکھ دیا وہ وصیت کریں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں

"میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے۔ اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھایا۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وصیت کرنا اور اس پر قائم رہ کر

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کو پورا کرنا ہے۔ اس وصیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حدبندی کر دی ہے۔ اور وہ یہ کہ زیادہ سے زیادہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کی جائے اور کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی۔ یہ تو مرنے کے بعد کے متعلق ہے۔ اور زندگی میں یہ ہے کہ خدا کی راہ میں انسان اس حد تک خرچ کر سکتا ہے۔ کہ وہ رشتہ دار جو اس کے ذریعہ پل رہے ہوں۔ انہیں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اس شرط کے ماتحت خواہ وہ اپنا نصف مال دے دے یا تین چوتھائی دے دے مگر اتنا دے کہ جن لوگوں کی پرورش اس کے ذمہ ہے۔ وہ دوسروں کے محتاج نہ ہو جائیں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایک ذریعہ رکھا ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کا جس وقت آپ نے یہ طریق بیان کیا۔ اسی وقت یہ بھی لکھ دیا تھا کہ

"ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ ہمیں اس کارروائی میں اعتراضوں کا نشانہ بناویں اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اس کو بدعت قرار دیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں"

چنانچہ مخالفین نے اس پر ہنسی اور تمسخر کیا اور کہا پاک پٹن کے بہشتی دروازہ کی طرح یہ بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ اس دروازہ اور بہشتی مقبرہ میں بہت فرق ہے۔ اپنے مال کی وصیت کرنا علامت ہے نیکی اور تقویٰ کی

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار

جانچا جاتا تھا کہ اس کا کوئی ظاہری ثبوت ہو۔ اس کی علامت وصیت رکھی گئی۔ اور یہ دائمی قربانی ہے یعنی جب تک انسان زندہ رہتا ہے اسے یہ قربانی کرنی پڑتی ہے مگر دروازہ سے گزر جانا تو معمولی بات ہے۔ اس کے لئے کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔

تو وصیت معیار ہے مومنوں کے ایمان کو پرکھنے کا۔ مگر باوجود اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زور دینے کے بہت سے لوگ ہیں جو اس کی عظمت سے واقف نہیں۔ اور جس طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا نظام اور مسئلہ جاری ہوتا ہے۔ تو اکثر لوگ اس کے سمجھنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے

وصیت کے معاملہ کی حقیقت

کو بھی نہ سمجھا بلکہ انہوں نے بھی نہ سمجھا۔ جن کے سپرد اس کا نظام کیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی ایسی وصیتیں کی گئیں کہ ایک شخص کی ماہوار آمد تو کئی سو کی تھی۔ مگر اس کا مکان بہت معمولی حیثیت کا تھا۔ اس نے مکان کی وصیت کر دی اور لکھ دیا کہ اس کا ۱/۱۰ حصہ وصیت میں

دیتا ہوں حالانکہ اگر اندازہ لگایا جاتا تو مکان کا ۱/۴ حصہ وصیت میں دیا گیا وہ اتنی مالیت کا بھی نہیں تھا کہ ماہوار آمدنی کا بتیسواں حصہ ہی بن سکتا میں نے اس کی اصلاح کی میں نے کہا

مقبرہ بہشتی کی غرض

یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کو جمع کیا جائے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں مگر کون خیال کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو دو تین چار سو روپیہ ماہوار کماتا ہے مگر باپ دادا سے ورثہ میں آئے ہوئے معمولی مکان کے دسویں حصہ کی وصیت کر دیتا ہے تو یہ اس کے لئے بہت بڑی قربانی ہے اور وہ ایسے مخلصوں میں شامل ہو جاتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں گے اور جن کے متعلق

آئندہ نسلوں کا فرض

ہوگا کہ خاص طور پر دعا کریں۔ اگر ایسے آدمی کو کوئی مخلص اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا سمجھتا ہے اور وہ جھوٹا نہیں تو میں اُسے بے وقوف ضرور کہوں گا اور سمجھا جائے گا کہ اس کے دماغ میں نقص پیدا ہو گیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کا نظام تو اس کے لئے قائم کیا ہے کہ مخلصوں کی جماعت کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے مگر ان مخلصوں میں ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو ہر مہینہ اپنے لباس یا کھانے یا اپنی بیوی بچوں کے لباس یا کھانے پر جتنا صرف کرتا ہے اتنا یا اس سے بھی کم چندہ دے دیتا ہے یہ کامل الایمان ہونے کی علامت نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی ایسی وصیتیں نکلی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہوار آمدنی کو چھوڑ کر معمولی مکان کی وصیت کرنے کا طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء کے مطابق نہ تھا مثلاً ایک شخص وصیت کرتا ہے جس کا معمولی مکان تھا اس نے اپنی وصیت میں لکھا کہ "اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ملازم ہوں میری تنخواہ چار روپے ہے اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں ادا کرتا رہوں گا یا اگر آئندہ میری کوئی اور جائداد یا تنخواہ بڑھ جائے تو اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے اور میرا ایک مکان ریاست مالیر کوٹلہ میں ہے وہ خاص میری ملکیت ہے اس میں اور کسی کا حصہ اور نہ حق ہے اس کے آٹھواں حصہ کی بھی انجمن احمدیہ مالک ہے۔"

چونکہ مکان آمد پیدا کرنے والا نہ تھا اس لئے اس وصیت کے لحاظ سے جائیداد نہ قرار دیا گیا تو وصیت کے لئے

دسویں حصہ سے مُراد

اسی آمد کا دسواں حصہ ہے جس پر گزارہ ہو ایک زمیندار ہے اگر وہ اپنی زمین کا دسواں حصہ وصیت میں دے دیتا ہے تو وہ وصیت کا حق ادا کر دیتا ہے کیونکہ اس کے گزارہ کا ذریعہ زمین ہی ہے مگر ایک ملازم جو تین چار سو ماہوار تنخواہ پاتا ہے یا ایک تاجر جسے تجارت کی آمدنی ہے وہ اگر وصیت میں جدی مکان کا کچھ حصہ دے کر پچاس یا ساٹھ یا سَو روپیہ دے دیتا ہے تو وہ وصیت کے منشاء کو پورا نہیں کرتا وصیت کے لحاظ سے وہ جائداد والا نہ تھا اس کی آمد تھی اسے آمد سے وصیت کا حصہ دینا چاہیئے تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو

ترکہ کا لفظ

رکھا ہے یعنی وصیت کرنے والے کے تمام ترکہ سے مقررہ حصہ وصیت میں دیا جائے پھر کیا اگر کوئی شخص صرف دھوتی اور کرتہ چھوڑ دے تو اس کو اس کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور پھر اس کا دسواں حصہ لے کر سمجھ لیا جائے گا کہ اسنے وصیت کا حق ادا کر دیا پس جب کپڑوں کا ایک جوڑا بھی ترکہ کہلا سکتا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ

> "ہر ایک صالح جو اس کی کوئی
> بھی جائیداد نہیں اور کوئی
> مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر
> یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے
> اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور
> صالح تھا تو وہ اس قبرستان
> میں دفن ہو سکتا ہے۔"

اس کا کیا مطلب ہوا کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء جائیداد نہ ہونے سے یہ تھا کہ ایسا شخص جو ننگا پھرتا ہو اسے بغیر وصیت کے دفن کیا جائے دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک چلے جاؤ کوئی ایسا انسان نظر نہ آئے گا جو اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہو اپنے اردگرد رسی ہی لپیٹے ہوئے ہوگا یا کیلے کے پتے ہی باندھے ہوئے ہوگا وہی اس کا ترکہ اور جائیداد ہو گی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا کہ جس کی جائیداد نہ ہو اس کا تقوےٰ اور خدمتِ دین دیکھی جائے گی بے معنی کلام ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کبھی خیال میں بھی نہیں آ سکتا کہ ایک شخص

دین کی بڑی خدمت کرنیوالا

بڑا متقی ہے مگر مادر زاد ننگا رہتا ہو اگر اس کے پاس لنگوٹی ہو گی تو وہی اس کا ترکہ ہو گا کیونکہ جو چیز انسان مرنے کے بعد قبر میں نہیں لے جاتا اور پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کا ترکہ ہے۔ پس اس طرح کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس کی کوئی جائداد نہ ہو اگر لنگوٹی باندھے رہتا ہوگا تو اسے بھی مرنے کے بعد کفن پہنا دیا جائے گا اور اس کی لنگوٹی قبر سے باہر رہ جائے گی یا اگر اس کی پھٹی پرانی جوتی ہو گی اور وہ قبر سے باہر رہے گی تو وہی ترکہ ہوگا۔ پس یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا انسان ملے جس کی ترکہ کے لحاظ سے کوئی جائیداد نہ ہو اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہے کہ جس کی جائیداد نہ ہو اس کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کا اور طریق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ

جائیداد نہ ہونے سے مُراد

آمدنی کا نہ ہونا ہے یعنی جس کے گزارہ کی کوئی معین صورت نہ ہو اور وہ بغیر جائداد کے وصیت کر سکتا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے مجھے رپورٹ پہنچی تھی کہ کسی شخص نے لکھا ہے وصیت کی اس تشریح کے ماتحت بہت سے لوگوں کو ابتلاء آ رہا ہے مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جتنی وصیتیں اس تشریح کے بعد کی گئی ہیں اتنی کبھی پہلے نہیں کی گئیں۔ اگر ابتلاء کا یہی ثبوت ہے تو میں کہوں گا کہ

> "ایسا ابتلاء روز روز آئے"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

> بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
> گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالےٰ کے بعد اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کفر ہے تو خدا کی قسم میں بڑا کافر ہوں۔ پس اگر جماعت کے ابتلاء کا یہی ثبوت ہے کہ بہت لوگ صحیح طریق پر وصیتیں کرنے لگ گئے ہیں اور جنہوں نے پہلے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی ان میں سے ۱/۸ اور ۱/۳ حصہ تک کی وصیتیں کر رہے ہیں تو ایسا ابتلاء روز روز آئے ہاں ایسا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے ابتلاء آیا ہے مگر ابتلا تو تب کہا جائے جب اس بارہ میں

کسی قسم کا جبر

کیا جائے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وصیت کے کرانے کے لئے جبر کیا جاتا ہے یہ ایک نیکی ہے جو کر سکتے ہیں کریں اگر کوئی کہے میں ظہر یا عصر کی چار رکعت نہیں پڑھ سکتا دو پڑھوں گا تو ہم اسے کہیں گے نماز پڑھنا چاہتے ہو تو چار ہی پڑھو اس میں فائدہ ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چلو تم دو یا ایک ہی رکعت پڑھ لو کیونکہ یہ کسی کو نمازی بنانے کے لئے کافی نہیں نمازی کے لئے ضروری ہے چار ہی پڑھے۔ اسے کوئی ابتلاء نہیں کہہ سکتا اسی طرح وصیت کے بارے میں احمدی کے لئے ابتلاء کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں تیسری کوئی نہیں یا تو یہ کہ ہر ایک احمدی کو مجبور کیا جائے کہ وہ ضرور وصیت کرے تب کمزور لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری آمدنی اتنی نہیں کہ ہم وصیت کر سکیں مگر وصیت کرنا تو اپنی مرضی پر ہے اور یہ اخلاص کے پرکھنے کا معیار ہے۔

ایمان کا معیار

نہیں ہے ایمان کے لئے یہ کافی ہے کہ کوئی کہے میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے نبی ہیں اور اپنے زمانہ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتا ہوں۔ جو شخص یہ اقرار کرتا ہے اسے کوئی

اسلام اور احمدیت

سے نہیں نکال سکتا اس کے اعمال خراب ہوں گے تو اسے خدا تعالےٰ پکڑے گا مگر کسی کے اختیار میں یہ نہیں ہے کہ اسے اسلام سے نکال دے ہاں اگر وہ ان امور کا جن پر اسلام کی بنیاد ہے انکار کرے گا تو خود اسلام سے نکل جائے گا البتہ

مقررہ نظام

سے آدمی کو نکالا جاتا ہے اگر وہ ایسا کام کرے جس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہو کوئی فتنہ برپا ہوتا ہو تو اسے جماعت سے علیحدہ کیا جاتا ہے مگر احمدیت سے نہیں نکالا جاتا اور جماعت سے نکالنے اور احمدیت سے علیحدہ کرنے میں فرق ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جب کسی کا بیٹا نافرمان ہو جائے تو اسے عاق کر دیا جاتا ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ بیٹا ہی نہیں رہا وہ نطفہ تو اسی کا ہوتا ہے ہاں مل کر کام نہ کرنے کی وجہ سے اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اسی طرح جسے جماعت سے نکالا جاتا ہے اسے احمدیت سے نہیں نکالا جاتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے تو

وصیت کے متعلق

اگر مجبور کیا جاتا ہو تب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ٹھوکر کا باعث ہے یا جو روپیہ وصیت کا آتا ہو وہ کسی ایک شخص کی جائیداد بن رہا ہو میرے یا میرے بیوی بچوں پر خرچ ہوتا ہو تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس روپیہ کو

دین کی اشاعت

کے لئے خرچ کرنے کو کہا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا پس اگر یہ روپیہ دین کے لئے لیا جاتا ہے اور دین پر خرچ کیا جاتا ہے تو پھر یہ کہتے ہے کہ وصیت خاص لوگوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو

خاص قربانی

کر کے خاص درجہ حاصل کریں تو اس میں ابتلاء کی کونسی بات ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ گورنمنٹ ایف اے میں اس طالب علم کو داخل کرتی ہے جو انٹرنس پاس ہو اب کوئی انٹرنس تو پاس نہ کرے اور کہے گورنمنٹ مجھے ایف اے میں داخل نہیں ہونے دیتی اور مجھ پر بڑا ظلم کرتی ہے تو یہ ظلم کس طرح ہوا۔ جب تک ایف اے میں داخل ہونے کی شرط نہ پوری کی جائے اس وقت تک داخلہ کی اجازت کس طرح مل جائے۔

پس ابتلاء کی کوئی بات نہیں جس شخص نے یہ بات لکھی ہے اسے ابتلاء آیا ہو تو خبر نہیں لیکن اوروں کو نہیں آیا بلکہ وصایا میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔

اس وقت میں پھر دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ کونسا کام کرے کہ اسے پتہ لگ جائے وہ دین کو دنیا میں مقدم کر رہا ہے تو وہ علاوہ اور اصلاح کے اپنے مال کے کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کرے۔ اگر اس کا گزارہ تنخواہ پر ہو تو تنخواہ کے حصہ کی کرے اور اگر

جائیداد کی آمدنی

پر ہے تو اس کی کرے۔ اس کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے حضور انہی لوگوں میں رکھا جائے گا جو ایفاءِ عہد کرتے ہیں +

حضرت قاضی محمد رشید صاحب رضی اللہ عنہ کی یاد میں

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید)

غالباً ۱۹۴۹ء کی بات ہے کہ بسلسلہ ملازمت مجھے نوشہرہ جانا پڑا۔ جمعہ کا دن آیا تو معلوم ہوا کہ جماعت کے کوئی بزرگ قاضی محمد رشید صاحب ہیں ان کے دولتکدہ پر نماز جمعہ ادا کی جائے گی۔ چنانچہ خاکسار دریافت کرتے کراتے وہاں پہنچ گیا۔ اس سے پہلے مجھے جناب قاضی صاحب موصوف سے تعارف نہ تھا۔ خطبہ جمعہ کے لئے جو بزرگ کھڑے ہوئے ان کی وضع قطع، خدوخال، حرکت و سکون غرضیکہ ہر جہت سے بزرگی اور تقوے کے آثار نمایاں طور پر نظر آئے۔ خطبہ کے لئے لب کشائی ہوئی تو ایک ایک لفظ دل میں اترتا گیا۔ کیا بلحاظ تلفظ اور کیا بلحاظ وسعتِ معانی خطبہ کا مضمون بڑا دلنشین اور جامع تھا اور مَیں یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا کہ خطیب، ہمارے مرکزی علماء میں سے نہیں بلکہ ایک سرکاری محکمہ کے آفیسر تھے۔ لیکن عربی اردو اور دینیات کا علم اتنا ٹھوس کہ کسی مسئلہ کی وضاحت کے وقت کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا جاتا۔ یہ تھے وہ تاثرات جو خاکسار نے حضرت قاضی محمد رشید صاحب کی پہلی ملاقات ہی میں اخذ کئے۔

اس پہلی ملاقات کے نیک اور گہرے نقوش کا ہی اثر تھا کہ آپ جب جنوری ۱۹۵۳ء میں زندگی وقف کر کے مرکز میں پہنچے جبکہ خاکسار بھی زندگی وقف کر کے مرکز میں پہنچ چکا تھا تو حضرت قاضی صاحب سے ملاقات کر کے بے انداز خوشی ہوئی۔ حسن اتفاق سے جس محکمہ میں یعنی وکالتِ مال تحریک جدید میں خاکسار مئی ۱۹۵۱ء سے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت بطور نائب وکیل المال متعین کیا گیا تھا اسی میں حضور رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی صاحب کو بطور ایڈیشنل وکیل المال مقرر فرما دیا۔ بعدہٗ اس عہدہ کو وکیل المال ثالث کا نام دیدیا گیا کیونکہ مال کے دو وکیل پہلے موجود تھے۔ اس طرح حضرت قاضی صاحب کے ساتھ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۶ء تک مختلف صورتوں میں کام کرنے کا موقع ملا۔

مجھے ریکارڈ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے دسمبر ۱۹۴۴ء سے خدمتِ دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہوا تھا گو عملی طور پر آپ کو جنوری ۵۳ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد مرکزِ سلسلہ میں بحیثیت مرکزی وکیل متعین کیا گیا۔ آپ کی پاکیزہ سیرت کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر مَیں اس کام کی توقع کسی صاحبِ علم اور صاحبِ قلم سے وابستہ کرتے ہوئے صرف چند واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

تنظیم کا احترام

حضرت قاضی صاحب اپنے افسروں کا بے حد احترام اور اپنے ماتحتوں پر بے حد شفقت کرنے والے تھے۔ تنظیم کی کڑی میں آپ جس مقام پر بھی ہوتے اس کو نہایت خلوص اور خوش اسلوبی سے نبھاتے۔ ایک دن جبکہ ربوہ میں رات کا پہرہ خدام الاحمدیہ کے سپرد تھا آپ نے دفتر میں آکر کسی قدر کوفت محسوس کرنے کا اظہار فرمایا تو مَیں نے اس کی وجہ دریافت کی۔ فرمانے لگے کہ گزشتہ شام ایک بچے نے میرے مکان پر دستک دی مَیں باہر نکلا تو بچہ کہنے لگا "آج رات آپکی ڈیوٹی ہے پہرہ دینے کی"۔ حضرت قاضی صاحب نے بلا پس و پیش اس بچے کے کہنے کے مطابق پہرہ کی ڈیوٹی ادا کی اور یہ تحقیق کرنا بھی مناسب نہ سمجھا کہ ایک معمر شخص کی ڈیوٹی کیوں لگائی گئی ہے۔

فرض شناسی

ایک مرتبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ فلاں قسم کا گوشوارہ فوراً مہیا کیا جائے۔ محترم قاضی صاحب وکیل المال تھے اور خاکسار ان کا نائب۔ گوشوارہ اس قسم کا تھا کہ دفتر کے محررین سے اس کی تکمیل کی توقع نہ کی جا سکتی تھی۔ اگر حضرت قاضی صاحب میں افسری شان کی خو بو ہوتی تو وہ مجھے حکم دے کر خود آرام کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اُسی شام کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر دفتر میں تشریف لے آئے۔ چنانچہ ہم دونوں رات بھر اس گوشوارہ کی خاطر دفتر میں ہی رہے۔

کام کے دوران مَیں نے متعدد مرتبہ حضرت قاضی صاحب سے درخواست کی کہ وہ بیٹھ کر آرام کر لیں گوشوارہ انشاء اللہ میں بنا دونگا لیکن وہ بدستور کرسی پر تشریف فرما رہے*

* یہاں تک میز پر بھی استراحت کرنے سے گریز کیا۔ ان کی فرض شناسی کی اس قابلِ قدر مثال نے خاکسار کو بھی کام کے لئے مستعد رکھا۔ چنانچہ مسجد مبارک سے جب فجر کی اذان بلند ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے مجھے وہ گوشوارہ مکمل کرنے کی توفیق بخشی۔ اس پر حضرت قاضی صاحب کے دستخط کروائے گئے اور حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہ گوشوارہ بھجوا دیا گیا۔

دماغ کی زرخیزی

حضرت قاضی صاحب کو اللہ تعالےٰ نے بڑا زرخیز دماغ عطا فرمایا ہوا تھا چنانچہ دفتر میں ان کی ایجاد کردہ بعض اصطلاحات ان کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھینگی مثلاً مرورس بک کا نام "سجلّ الخِدمات" اور سفر خرچ کے قواعد میں انگریزی اصطلاحات کو اُردو اصطلاحات میں تبدیل کرنا انہیں کے حصہ میں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کو اپنے قربِ خاص سے نوازے آمین

جس نے آنا تھا بہ فضلِ کردگار آہی گیا

ایک مدت سے تھا جس کا انتظار آہی گیا
مہدیٔ دوراںؑ امامِ کامگار آہی گیا

انتظارِ عیسیٰؑ گردوں نشیں، رہنے بھی دو
جس نے آنا تھا بہ فضلِ کردگار آہی گیا

جسنے دی ہے آکے پھر افواجِ باطل کو شکست
وہ علمبردارِ حق، وہ شہسوار آہی گیا

ظلمتِ شب ختم کر دی، نورِ ایمانی کیساتھ
جس سے "آخر ہو گیا" دل آشکار آہی گیا

جب کہا اُسنے کہ آؤ دوڑ کر میری طرف
جس کی فطرت نیک تھی انجام کار آہی گیا

آسماں سے ہو رہا ہے پھر فرشتوں کا نزول
فتحِ دیں کا جس پہ ہے دار و مدار آہی گیا

رخصت اے فصلِ خزاں اے دورِ حسرت الفراق
مژدہ اے اہلِ چمن، ابرِ بہار آہی گیا

(ڈاکٹر محمود ایمن آبادی)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مقدسہ

مکرم محمد عمر بشیر احمد صاحب سابق جنرل سکرٹری صوبائی انجمن احمدیہ مشرقی پاکستان

قبولیت دعا

۱

۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراچی تشریف فرما تھے۔ ان دنوں میرے والدین بھی ڈھاکہ سے کراچی آئے ہوئے تھے۔ حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ میرے والد صاحب کو گلے میں کئی دنوں سے سخت تکلیف تھی وہاں کے احمدی اور غیر احمدی معروف ڈاکٹروں کو دکھایا گیا ہر ایک نے اس تکلیف پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ اپریشن کے بغیر کوئی علاج نہیں ہے اور اپریشن بھی کم کامیاب ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں سخت فکر لاحق ہوئی۔ ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی حضور نے فرمایا اچھا میں دعا کروں گا۔ والدہ صاحبہ نے اسی وقت حضور سے کہا کہ حضور ان کو یہاں تکلیف ہے۔ حضور نے جب نظر اٹھائی اور گلے کو دیکھا تو والدہ صاحبہ کہنے لگیں۔ حضور ابھی دعا فرماویں حضور مسکرا دیئے اور دعا فرمائی۔ خدا شاہد ہے کہ اسی وقت حضور نے توجہ فرمائی اور ابھی والدہ صاحبہ اور والد صاحب حضور کی کوٹھی سے باہر گئے ہی تھے کہ والد صاحب کہنے لگے کہ مجھے آرام محسوس ہوتا ہے اور جب گلے پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو نہ وہاں گلٹی تھی اور نہ ہی درد تھا یہ تھا زندہ معجزہ حضور کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کی صداقت . . . .

- - - - - - - - - - - - -

- - - - مصلح موعود اپنے مسیح نفس سے بیماروں کو شفا دے گا

میری والدہ صاحبہ ڈھاکہ میں ۱۹۵۴ء میں سخت بیمار ہوگئیں۔ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کر دیا۔ کرنل خلیفہ تقی الدین احمد صاحب جو اس وقت مشرقی پاکستان میں سرجن جنرل تھے ان کے مشورہ اور تعاون سے والدہ صاحبہ کو ڈھاکہ میڈیکل کالج ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ بظاہر بچنے کی کوئی امید نہ تھی حضور کی خدمت میں برابر تاریں دینی شروع کیں۔ اگلی رات کو حالت اور نازک ہوگئی۔ ڈاکٹر جواب دے گئے ایک پروفیسر صاحب کہنے لگے اب دعا کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے آپ لوگ سورۃ یٰسین پڑھیں ربوہ سے جواب آیا کہ حضور دعا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔ حالت سنبھلنے لگی اور اگلی صبح جو ڈاکٹر صاحبان مایوس ہو کر چلے گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو یقین کر چکے تھے کہ آپ لوگ ہسپتال سے چلے گئے ہوں گے۔ کیونکہ مریض کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی یہاں آکر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان کی شفایابی ایک معجزہ ہے معجزہ کیوں نہ ہوتا جبکہ مریض کے حق میں اس مسیح نفس کی دعائیں ہیں جس نے بہتوں کو شفا دینی تھی۔ ایک دوست کو اپنی ملازمت کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ وہ برطرف یا معطل کر دیا جائے گا۔ اس نے حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جوابی تار کیا اور تار دیتے ہی بڑے پر یقین انداز میں کہنے لگا کہ حضور سے اگر جواب آ گیا کہ حضور نے میرے لئے دعا فرمائی ہے تو یقیناً میرا خدا میری مدد کرے گا۔ ایک ہفتہ کے بعد جب اس دوست سے ملاقات ہوئی اور دریافت کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اسی رات اسے حضور کی طرف سے جواب آ گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں کی برکت سے وہ ملازمت پر بحال ہے۔ خود میری اپنی زندگی میں ایسے کئی محیر العقول واقعات رونما ہوئے جو میرے لئے ازدیاد ایمان اور دوسروں کے لئے ہدایت کا موجب ہوئے۔

مجھے ایک مقابلے کے امتحان میں شریک ہونا تھا۔ جس میں تمام متحدہ بنگال بشمولیت موجودہ مشرقی پاکستان کے امیدواروں نے حصہ لینا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے محض حضور کی دعا سے اپنے فضل کے ساتھ مجھے نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ اسی طرح دوسرے امتحانوں میں ہمیشہ حضور کی دعائیں میرے شامل حال رہیں

مخلوق خدا سے ہمدردی

حضور بلا لحاظ فرقہ و مذہب ہر ایک کا درد رکھتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء اور ۱۹۵۵ء کے ہولناک سیلاب کے موقعہ پر جبکہ حضور لنڈن میں تھے۔ مرکز کو یہ حکم دیا کہ مشرقی پاکستان کے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ایک گرانقدر رقم ارسال کی جائے اور ساتھ مکرم کیپٹن خورشید احمد صاحب جو اس وقت مشرقی پاکستان کے امیر تھے کو ارشاد فرمایا کہ فوری طور پر امدادی کام شروع کر دیا جائے اور ان تمام کاموں کی حضور کو باقاعدہ رپورٹیں بھجوائی جائیں۔ حضور کے ارشاد کے ماتحت فوری طور پر کام شروع کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ان امدادی کاموں کا اچھا اثر ہوا۔ ہمارے ان امدادی کاموں کی نیک شہرت کی وجہ سے صوبائی "ریڈ کراس" نے بھی ہمیں دوائیاں دودھ وغیرہ مہیا کیا۔ ہمارے ان تمام امدادی کاموں کا ذکر مشرقی پاکستان کے اخباروں اور وہاں کے سیاسی لیڈروں نے علی الاعلان کیا۔ اس سلسلہ میں وہاں کے کئی سیاسی لیڈروں نے تعاون کیا۔ خصوصاً چوہدری غلام قادر صاحب مرحوم سابق ممبر صوبائی اسمبلی اور مکرم ابو حسین صاحب سرکار سابق وزیر اعلیٰ مشرقی پاکستان جناب سید عزیز الحق صاحب اور جناب ہاشم الدین احمد صاحب سابق وزراء مشرقی پاکستان نے جماعت کے ان امدادی کاموں کو بہت سراہا۔ مکرم غلام قادر صاحب چوہدری ممبر اسمبلی نے اپنے کئی پبلک لیکچرز میں ان باتوں کا اعتراف کیا۔

ایک مرتبہ جب ہاشم محمد عمر صاحب بی اور دیگر مبلغین حضور کی زیر ہدایت مشرقی پاکستان متعین کئے گئے تو حضور نے اس رنگ میں ہاشم صاحب کے پروگرام مرتب کروائے جس سے یوں ظاہر ہوتا تھا گویا کہ حضور مشرقی پاکستان کے چپہ چپہ سے واقف ہیں اور حضور اتنی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر مربی کی رپورٹ میں ایک دن کی بھی تاخیر ہو جاتی تو فوراً جواب طلبی کی جاتی۔ وہاں کے ہندوؤں نے بھی جماعت احمدیہ کے امدادی کاموں کی بڑی تعریف کی۔ ہم نے ہندوؤں کے کئی دیہاتوں میں اپنے ریلیف کیمپ بھی کھولے ہوئے تھے۔ ان تمام امدادی کاموں میں حضور نے ہر مرحلے پر رہنمائی فرمائی۔ اور وقتاً فوقتاً مفید ہدایات سے نوازا۔

غیرت دینی

ایک واقعہ حضور کی غیرت دینی کا میں بغیر ذکر کئے رہ نہیں سکتا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کو توحید اور اشاعت توحید کا کس قدر خیال تھا ۱۹۲۱-۲۲ء کا واقعہ ہے کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ شملہ تشریف لے گئے حضور جب بھی شملہ تشریف لے جاتے تو چہل قدمی کے لئے اپنے خدام کے ساتھ تشریف لے جاتے ایک مرتبہ اسی طرح حضور سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے ساتھ حضور کے کئی خدام بھی تھے میرے والد صاحب حضور کے ہمراہ تھے مع والد صاحب فرماتے ہیں کہ راستہ میں عیسائیوں کا بڑا گرجا بھی آیا حضور کے ایک ہمراہی نے اس گرجا کی طرف متوجہ کیا کہ اتنا صاف شہر ہے اور یہ گرجا انگریزوں کا کس قدر شکستہ ہے اگر انگریز اس کی مناسب مرمت کر لیں تو کتنا خوبصورت لگے گا والد صاحب کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا سننا تھا کہ حضور کا رنگ سرخ ہو گیا اور مڑ کر فرمانے لگے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ ہر جگہ خدائے واحد کا نام پھیلے اور مساجد بنیں اور تم یہ کہتے ہو کہ یہ گرجا نئے سرے سے تعمیر ہو۔ اللہ اللہ کتنی غیرت توحید کے لئے تھی

انی مھین من اراد اھانتک

دارجلنگ جو ہندوستان کا ایک مشہور پہاڑی علاقہ ہے نیپال تبت اور بنگال کی سرحد پر واقع ہے۔ حکومت بنگال کا موسم گرما کا دارالحکومت ہے یہاں مسلمانوں نے ایک عظیم الشان مہمانخانہ دو بڑی مساجد اور کئی مدرسے تعمیر کئے ہیں ان تمام اداروں کے بانی مرحوم خانبہادر ڈاکٹر چوہدری عبد العزیز صاحب احمدی تھے جو ضلع بھر میں مسلمانوں کے نمائندہ میونسپل کمشنر اور آنریری مجسٹریٹ تھے اور انجمن اسلامیہ کے صدر۔ ان دنوں ایک عرب جس کی عمر ۳۰ سال سے زائد نہ ہو گی وہاں آیا مقامی مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے اس کا استقبال کیا جیسا کہ مسلمانوں کا عام رواج ہے کہ ہر عرب کی بڑی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد عرب صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کچھ معقول رقم طلب کی ڈاکٹر صاحب نے انکار کیا کہ ہماری انجمن بہت غریب ہے اور ہم خود دوسرے علاقوں سے چندہ حاصل کر کے اپنا کام چلاتے ہیں۔ آپ کا مطالبہ پورا کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ عرب صاحب یہ جواب سنکر آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے کہ اچھا میں تم سے نپٹ لونگا اور دیکھونگا کہ تم کیسے یہاں رہتے ہو۔

چنانچہ اس نے غیر احمدیوں کو اشتعال دلانا شروع کیا۔ دارجلنگ کے ایک متمول تاجر جن کا بہت وسیع کاروبار تھا۔ ان کی مالی امداد سے عرب صاحب نے ایک گالیوں بھری کتاب احمدیت کے خلاف شائع کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خلاف سخت اشتعال انگیزی کی گئی تھی۔ اس کتاب سے ہمارے دل چھلنی ہو گئے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی۔ عجیب اتفاق کہ اسی سال موسم سرما گذارنے کے لئے ہم سب دہلی چلے آئے اور پیچھے دارجلنگ میں کوئی احمدی نہ رہا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ یہاں اس وقت کوئی احمدی نہیں ہے اور نہ ہی بد امنی کا کوئی امکان ہے۔ جب حضور کو اسکی اطلاع ملی تو حضور نے فرمایا کہ اب یہ مقدمہ ہمارے خدا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ خود فیصلہ کرے گا۔ ناظرین عبرت کا مقام ہے۔ عرب صاحب دارجلنگ سے کلکتہ گئے اور کلکتہ میں لاری سے کچلے گئے انی مھین من اراد اھانتک کا الہام پورا ہو گیا

فاعتبروا یا اولی الابصار

تعمیر ہال مجلس خدام الاحمدیہ

(محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

خاکسار نے سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اجازت اور خوشنودی کے ساتھ تعمیر ہال کے ضمن میں ۳۱۳ روپے کی ایک تحریک احباب جماعت کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع سے زیادہ احباب نے اس تحریک میں وعدہ دیا لیکن وصولی کی رفتار تسلی بخش نہیں۔ جس کی وجہ سے اب تعمیر کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ اسلئے خاکسار ان تمام بھائیوں کی خدمت میں جنہوں نے ۳۱۳ روپے کا وعدہ کیا ہے درخواست کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اپنا وعدہ پورا کرنے کی طرف توجہ دیں نیز دوسرے مخیر احباب سے بھی درخواست ہے کہ وہ تعمیر ہال میں ہماری مدد فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ ہال دیکھا ہے وہ ضرور اس بات کو سمجھ گئے ہوں گے کہ ربوہ میں اس قسم کے ہال کی کتنی ضرورت تھی۔ پس سب احباب کی خدمت کی درخواست ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق مدد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار مرزا رفیع احمد

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ — ربوہ)

مضمون نویسی کا انعامی مقابلہ

شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ہر سال علمی و تحقیقی مضامین لکھنے کا مقابلہ کروایا جاتا ہے۔ امسال اس انعامی مقابلہ کے لئے ذیل کے دو عنوان مقرر کئے گئے ہیں

۱۔ اسلامی جہاد ۲۔ اسلام کا سیاسی نظام

ان دونوں میں سے کسی ایک پر مقالہ لکھنے کی اجازت ہو گی۔ یہ مقالہ دس سے پندرہ ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ اوّل دوم اور سوم آنے والے خدام کو بالترتیب چالیس پندرہ اور دس روپے کے نقد انعامات سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۶۶ء کے موقع پر دئے جائیں گے۔ خدام کو اس علمی انعامی مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہیئے۔ شہری مجالس کوشش کریں۔ کہ ان کی مجالس کی طرف سے کم از کم ایک نمائندہ اس میں ضرور حصہ لے۔

مقالہ جات ۲۰ ستمبر ۱۹۶۶ء تک مہتمم تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نام بھجوا دینے چاہئیں اس تاریخ کے بعد موصول ہونے والے مقالہ جات مقابلہ میں شریک نہ کئے جا سکیں گے

(مہتمم تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ولادت:۔ برادرم ایم شفیع خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲ رالم ۶۶ کو بچی عطا فرمائی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ کرم بچی کا نام ناصرہ محمودہ تجویز فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو دین و دنیا میں کامیاب کرے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔

(الطاف خان انور کارکن وکالت تبشیر۔ ربوہ)

درخواستہائے دُعا

۱۔ اس عاجز کا پوتا منصور احمد ابن ناصر احمد صاحب ظفر ریلوے گارڈ خانیوال چند دنوں سے ربوہ میں شدید بیمار ہے۔ احباب کرام سے صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے

(محمد ابراہیم شاد ہیڈ ماسٹر چوہڑ چک "افضل شیخوپورہ)

۲۔ خاکسار کی اہلیہ ماجدہ بی بی بعارضہ نمونیہ سخت بیمار ہے۔ تمام احباب کامل شفایابی اور درازی عمر کے لئے دعا فرماویں۔

(ابراہیم سکرٹری مال جماعت احمدیہ چوہڑکانہ منڈی ضلع شیخوپورہ)

۳۔ خاکسار اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

(نیاز قطب احمد بٹ پشاور)

۴۔ خاکسار کو چند ایک پریشانیاں لاحق ہیں۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور فرمائے

(خاکسار محمد شفیع سلیم پوری واہ کینٹ)

ہفتہ تحریک وصیّت

(۵ لغایت ۲۲ر اپریل ۱۹۶۶ء)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مجلس مشاورت ۱۹۵۵ء کے مشورہ اور سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے مطابق اس سال "ہفتہ تحریک وصیت" ۵ لغایت ۲۲ر اپریل ۱۹۶۶ء کے ایام میں منایا جا رہا ہے۔ امراء و صدر صاحبان اور سیکرٹریان وصایا جماعتہائے احمدیہ مطلع رہیں اور کوشش فرمائیں کہ ہر صاحب جائیداد اور کمانے والا غیر موصی احمدی نظام وصیت میں شامل ہو جائے۔

سیدنا حضرت المصلح رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

"اس وقت میرے نزدیک یہ تحریک ہونی چاہیئے کہ جماعت کا ہر فرد وصیت کرے" اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری جماعت میں کوئی فرد ایسا نہ رہے جس نے وصیت نہ کی ہو"

(الفضل ۵ر جون ۱۹۵۶ء)

(سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ۔ ربوہ)

اعلان نکاح

" برادرم محمد رفیع خان شہزادہ ابن مولوی محمد شاہزادہ خان صاحب فاضل مرحوم کا نکاح ہمراہ مسماۃ آصفہ نسیم صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب شہید مرحوم بعوض مبلغ -/۲۰۰۰ روپیہ حق مہر مورخہ یکم اپریل ۱۹۶۶ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مسجد مبارک میں بعد نماز عصر پڑھا۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

(الطاف خان انور کارکن وکالت تبشیر)

جماعت احمدیہ منٹگمری کی تعزیتی قرارداد

جماعت احمدیہ منٹگمری کا یہ اجلاس مکرم چوہدری غلام قادر صاحب آف اوکاڑہ کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی تھے آپ کو حضور کے دست مبارک پر ۱۸۹۷ء میں بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ نہایت ہر دلعزیز تھے۔ نیک متقی۔ مالی قربانی میں پیش پیش۔ مہمان نواز اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے بزرگ تھے۔ ضلع بھر میں دیانتداری وفاداری اور فرض شناسی اور دلیری میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا ایک لمبا عرصہ امیر جماعت اوکاڑہ کی حیثیت سے خدمت کرنے کی توفیق پائی۔ جماعت کی تربیت کا بہت خیال رکھتے۔ احباب جماعت میں سلسلہ کی محبت اور سلسلہ کا درد اور دعاؤں سے شغف پیدا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے نماز با جماعت اور چندوں کی خاص طور پر نگرانی کرتے۔ بڑے خوش اخلاق تھے اپنے ملنے والوں سے بڑی شفقت اور محبت سے ملتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سچے عاشق تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بے حد محبت رکھتے تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(عطاء الرحمٰن امیر جماعت احمدیہ منٹگمری۔)

قرآن مجید اور ہر قسم کا اسلامی لٹریچر حاصل کرنے کے لئے ہماری خدمات طلب کریں۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

شہری آبادیوں کا فروغ

(خبرنامہ اقوام متحدہ یکم اپریل ۱۹۶۶ء)

— ۲ —

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہریت پسندی اختیار کرنے اور تقلیل الاولاد ہونے میں قریبی تعلق ہے۔ چنانچہ شہری علاقوں میں جہاں کہیں بھی بچے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت نہیں ہوتے بلکہ اپنے اخراجات کی وجہ سے بار بنتے گئے ہیں تو سمجھو کہ فقدان رفتار پیدائش پر محدود اثر ڈالنے لگتا ہے۔

یورپ میں جہاں شہریت پسندی سب جگہ سے زیادہ ہوئی ہے یعنی صرف اٹھارہ فی ہزار ہے۔ جب کہ ایشیا میں بیالیس اور افریقہ میں ۴۶ فی ہزار تک ہے۔

ان ملکوں میں جہاں صنعتی فروغ ذرا دیر میں شروع ہوا مذکورہ بالا روش میں کچھ فرق پایا جاتا ہے چنانچہ سوویت یونین کے دو کروڑ تیس لاکھ اشخاص ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۹ء کے درمیان دیہی علاقوں سے نقل سکونت کرکے نو سو نئی شہری بستیوں میں آباد ہو گئے اور اگر پچھلے ۳۰ سال کا حساب لگایا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس دوران میں روس کی آبادی دوگنی ہو گئی ہے۔

گچھ پچ

رہائشی مکانات کا مسئلہ اگرچہ ترقی پذیر ملکوں میں سب سے زیادہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ تاہم ہر جگہ اس نے نازک صورت اختیار کر لی ہے اس لئے گزشتہ صدی میں صنعتی انقلاب اور شہریت پسندی کی تیز رفتاری نے طرز زندگی پر بہت اثر ڈالا ہے گچھ پچ، مذموم انداز رہائش۔ گندے علاقوں کے فروغ، باغیچوں اور کشادہ جگہوں کی کمتر ہونے۔ ٹریفک کے مفلوج ہو جانے، حادثات کے بڑھ جانے، آب آلودگی، نیز گھر اور مقام کار کے درمیان سفر کرنے میں تضیع اوقات اور ان جیسی کوتاہیوں نے مل جل کر پیرس میں رہنے والوں اور ٹوکیو کے باشندوں کی طرز زندگی کو بری طرح تباہ کیا ہے۔ انہی مشکلات کا سامنا نیویارک اور کلکتہ میں رہنے والوں کو کرنا پڑ رہا ہے۔

رہن سہن میں گچھ پچ کا جہاں تک تعلق ہے، پیرس کا نام سرفہرست ہے جہاں شہری علاقے کے ہر کلومیٹر میں ۳۲ ہزار انسان رہتے ہیں۔

اس کے بعد ٹوکیو میں سولہ ہزار۔ نیویارک میں تیرہ ہزار دو سو لندن میں دس ہزار تین سو اور برلن میں ساڑھے تین ہزار افراد فی کلومیٹر کی اوسط سے رہتے ہیں۔ ہر ایک ہزار مکینوں کے لئے کمروں کی تعداد کی اوسط بلجیم میں سولہ سو پانچ، برطانیہ عظمیٰ میں پندرہ سو نواسی، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پندرہ سو انیس سوئٹزرلینڈ میں چودہ سو ستاون، ڈنمارک میں چودہ سو باون ہے اور ان کے برعکس فرانس میں صرف نو سو بانوے، اٹلی میں آٹھ سو چھیاسی اور سوویت یونین میں ۶۶۵ ہے۔

اس طرح رہائشی مکانات کی قلت خاص طور پر ان پسماندہ ملکوں میں پریشانی کا باعث بن گئی ہے جہاں بڑھتی ہوئی تعداد میں لوگ مختصر کیمپوں میں گھس کر رہنے لگے ہیں۔

موسمی در آمد کے باعث یہ صورت حال مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھیتوں میں کاشتکار سال کے صرف چار مہینے مصروف رہتے ہیں تاہم بعض مقامات پر حسب طلب حل نکال لئے گئے ہیں۔

مثال کے طور پر سوڈان میں حکومت نے دیہاتیوں کو ان جنگلاتی علاقوں سے جو ایک زہریلی مکھی کے باعث مصیبت بنے ہوئے تھے ان پہاڑی قصبات میں منتقل کر دیا ہے۔ جن کی فضا اس وبا سے محفوظ ہے۔

شہریت پسندی کی تیز رفتاری

افریقہ میں شہریت پسندی کا رجحان حال اہل یورپ کی بود و باش کا نتیجہ تھا۔ اور اس سے جو ماحول پیدا ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے یورپی شہروں کی حالت سے کچھ مختلف نہیں ہے اس تاریک براعظم پر بے ڈھنگے گھروندوں والے قصبات کا نظارہ روبانخ اور مانچسٹر جیسے شہروں کی یاد دلاتا ہے جن کا تذکرہ فریڈرک اینجلز اور ایڈولف بلانقی جیسے سیاحوں نے کیا۔ یعنی صحت و صفائی کا فقدان۔ کھلی ہوئی غلیظ نالیاں۔ گندگی اور غلاظت میں کھیلتے ہوئے بچے۔ جسے اٹھوانے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ مقامی نلکوں یا کنوؤں سے لایا جانے والا پانی عموماً غلاظت آمیز ہوتا ہے کہیں کہیں موسم کی کیفیات آرام و آسائش سے محروم انسانی وجود کو ختم کر سکتی ہے لیکن وہ خطرناک مکھیوں اور مچھروں کی نشوونما کے لئے نعمت ثابت ہوتی ہے نقل سکونت کرکے آنے والوں کو بیشتر باصورت میں لیا جاتا ہے، خراب غذا اور پینے کا پانی میسر آتا ہے۔ وہ رہن سہن کے روایتی طریقوں کو ترک کر دیتے ہیں اور صحت و صفائی کا تصور تک ان کے قریب آنے نہیں پاتا۔ چنانچہ افریقہ، ایشیا، اور لاطینی امریکہ میں شہریت پسندی کی تیز رفتاری قصبہ اور گاؤں کے لئے یکساں مضر ہے۔ جنسی اور دماغی امراض عام ہو گئے ہیں، چھوت کی بیماریاں پھیل رہی ہیں اور شرح اموات بڑھ گئی ہے۔

افریقی شہر

افریقہ میں شہریت پسندی کا ڈھانچہ

ایک مخصوص کردار کا حامل ہے کیونکہ اس کا یہ دور ایک عبوری نوعیت کا ہے۔ بعض تارکین وطن قبائلی زندگی کی روایتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور متعدد بار ہوتا ہے کہ کچھ عرصے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں ان کے دوسرے افراد خاندان وہیں رہ جاتے ہیں اس طرح آبادی کے مسلسل تبادلے کے باعث قصبے اور گاؤں کے درمیان تعلق ہمیشہ تغیر پذیر ہوتا ہے تاہم اس تمام آمد و رفت کے باوجود جیت ہر بار شہر کی رہتی ہے۔

مثلاً کیمرون کے ایک شہر یاؤنڈے کی آبادی پچھلے سات سال میں دوگنی گنی کے شہر کوناکری کی آبادی پچھلے پانچ سال میں چار گنی۔ ٹانگانیکا کے شہر دارالسلام کی آبادی پچھلے دس سال میں دوگنی اور گھانا کے شہر عکرہ اور انگولا کے شہر لوانڈا کی تین گنی ہو گئی ہے۔

افریقہ کے مضافاتی شہروں میں اضافے کی رفتار پر قابو پانا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ تصور کرنا آسان ہے کہ قاہرہ میں تیس لاکھ انسان آباد ہیں لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ لاگوس اور عکرہ کی طرح عدیس ابابا کی آبادی پانچ لاکھ کے قریب ہے۔ اور یہ کہ دو لاکھ سے زیادہ آبادی والے افریقی شہروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے ان میں لیوپولڈول۔ نیروبی اور تنانا ناریو شامل ہیں۔

بعض تخمینوں کے مطابق اس وقت افریقہ میں دیہات سے شہروں میں آکر آباد ہو جانے والوں کی تعداد چار کروڑ چالیس لاکھ ہو سکتی ہے۔

ترسیل زر اور انتظامی امور سے متعلق
مینیجر روزنامہ الفضل ربوہ
سے
خط و کتابت کیا کریں

دانت نکلوانے سے مرض ختم نہیں ہوگا پائیوریا کا آب
دوا ۱/۰ ۱/۰ روپے دانتوں کے گھن کی دوا ۱/- درد کی دوا ۲/-
ڈاکٹر راجہ ہومیو اینڈ کمپنی گول بازار ربوہ

ماہنامہ انصار اللہ کی خریداری بڑھانے کے نیک کام میں تعاون فرمائیے (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو منظم رنگ میں ادا کرنا ضروری ہے

اس کے بغیر انسان نیکی کا اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتا

قسط ۲ - سلسلہ کے لئے دیکھیں الفضل ۱۷ر اپریل

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ قرآن مجید کی آیت وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ (البقرہ ۱۷۸) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

"وَفِی الرِّقَابِ آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر روپیہ خرچ کرنے کا ذکر کیا ہے جو قید میں پڑے ہوئے ہوں۔ اس جملہ میں ایک مضاف محذوف ہے جو "فَکّ" کا لفظ ہے۔ یعنی اصل عبارت یوں ہے وَفِی فَکِّ الرِّقَابِ۔ اس گروہ کو پیچھے رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں میں زیادہ تر غیر مذاہب کے ہی قیدی ہو سکتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ اقرب کا حق دوسروں سے مقدم ہوتا ہے ابن السبیل کو تو مہمان کے طور پر رکھا ہے کہ خواہ وہ کافر ہو اُسے بھی دو۔ مگر قیدی تو ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ جو مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑائی کے لئے آئے ہوئے ہوں گے اس لئے فِی الرِّقَابِ کو بعد میں رکھا لیکن یہ بھی اسلام کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ اُسی شخص کے متعلق جو مسلمانوں کو مارنے کے لئے آیا تھا کہتا ہے کہ اسے روپیہ دے کر آزاد کرا دو۔ اسی طرح فِی الرِّقَابِ میں قرضداروں اور ضامن کو امداد دینا بھی شامل ہے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہر قسم کے صدقات دیئے لیکن غلام آزاد کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ میں جب حج کے لئے مکّہ گیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اگر سو دو سو روپیہ میں کوئی غلام مل جاوے تو میری طرف سے آزاد کر دینا۔ مگر مجھے کوئی غلام نہ ملا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کی بھی توفیق عطا فرما دی۔ چنانچہ مرزا محمد اشرف صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ کی روایت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے دو غلام آزاد کروا دیئے۔

پھر فرماتا ہے وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ کامل نیک وہ شخص ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دی صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے وسیع معنے ہیں۔ مگر شریعت نے ان کو اپنی ایک مخصوص اصطلاح بھی بنا لیا ہے اس جگہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ سے اصطلاحی نماز اور زکوٰۃ ہی مراد ہے۔ جن میں سے ایک خدا اور انسان کے تعلقات کو استوار کرتی اور دوسری انسان اور انسان کے باہمی تعلقات میں رابطہ قائم کرتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ صرف مال خرچ کرنے سے تم اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم نمازیں قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ گویا حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جب تک ایک منظم رنگ میں ادا نہ کیا جائے اُس وقت تک انسان نیکی کا اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔"

(تفسیر سورۃ البقرہ صفحہ ۳۵۵-۵۶)

ضروری اعلان

صیغہ جائداد کو صدر انجمن احمدیہ کے صیغہ جات کی طرف سے مندرجہ ذیل شکستہ سامان وصول ہو چکا ہوا ہے جسے صیغہ ہذا بتاریخ ۲۲/۴/۶۶ بعد نماز عصر بوقت ۵ بجے شام اپنے سٹور جو نزد پہاڑی پرانے لنگر خانہ میں واقعہ ہے کے سامنے بذریعہ نیلام عام فروخت کرے گا۔ فروخت شدہ سامان کی قیمت موقعہ پر ہی نقد وصول کی جائے گی۔ احباب موقعہ پر پہنچ کر بولی میں حصہ لیں اشیاء حسب ذیل ہیں چارپائیاں، کاؤچ، کرسیاں سائیکل، تالے، سیڑھی، مشین سائیکلوسٹائل کی بیٹریاں، ڈیسک وغیرہ وغیرہ

(ناظم جائداد)

محترمہ عائشہ بلقیس صاحبہ اہلیہ پروفیسر عبدالقادر صاحب وفات پا گئیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ محترم پروفیسر عبدالقادر صاحب آف بھاگلپور کی اہلیہ صاحبہ محترمہ عائشہ بلقیس بیگم صاحبہ مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۶۶ء کو ۱/۲ ۷ بجے صبح حیدرآباد سندھ میں بعمر قریباً ۶۵ سال وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ محترم پروفیسر عبدالقادر صاحب کے ہمراہ حیدرآباد میں اپنے فرزند مکرم ڈاکٹر مفضل بن عبدالقادر صاحب ایم بی بی ایس۔ ماہر امراض چشم کے ہاں رہائش پذیر تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور مخلص صحابی حضرت مولانا عبد الماجد صاحب رضی اللہ عنہ بھاگلپوری کی بہو اور محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی حقیقی ممانی تھیں۔

مرحومہ کے فرزند آپ کا جنازہ مورخہ ۱۶ر اپریل کی شام کو چناب ایکسپریس کے ذریعہ حیدرآباد سے ربوہ لائے اسی روز نماز عشاء کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے احاطہ مسجد مبارک میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں اہل ربوہ کثیر تعداد میں شریک ہوئے بعد ازاں جنازہ مقبرہ بہشتی لے جا کر مرحومہ کی نعش کو حسب وصیت وہاں سپرد خاک کیا گیا۔ قبر پر محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے ہی دعا کرائی۔

مرحومہ بہت نیک صوم و صلوٰۃ کی پابند تہجد گزار دعا گو اور بہت مخیر خاتون تھیں۔ آپ نے دو صاحبزادیاں اور پانچ فرزند اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے فرزندان میں مکرم علی بن عبدالقادر صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور مکرم عباس بن عبدالقادر صاحب ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج سانگھڑ مکرم عقیل بن عبدالقادر صاحب ایم بی بی ایس ماہر امراض چشم حیدرآباد مکرم حمزہ بن عبدالقادر صاحب ایم ایس سی اسسٹنٹ ڈائریکٹر وزارت خوراک کراچی اور مکرم زبیر بن عبدالقادر صاحب ایم ایس سی لیکچرار سندھ یونیورسٹی شامل ہیں۔

ادارۂ الفضل محترم پروفیسر عبدالقادر صاحب آپ کے افراد خاندان اور محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب و محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ محترمہ عائشہ بلقیس صاحبہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے اور انہیں اپنے خاص مقام قرب سے نوازے نیز جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرتے ہوئے دین و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

ربوہ میں دوسرا آل پاکستان کبڈی ٹورنامنٹ

شعبہ صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام دوسرا آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ مورخہ ۲۲-۲۳-۲۴ر اپریل ۱۹۶۶ء کو ربوہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں حسب سابق ملک کی نامور ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں۔ مثلاً پاکستان ریلوے۔ واپڈا۔ سیالکوٹ، گوجرانوالہ وغیرہ، نیز ملک کے بہترین کھلاڑی بھی اپنے کھیل کا مظاہرہ کریں گے۔ یہ ٹورنامنٹ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

(مہتمم صحت جسمانی خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

تقرر امراء صاحبان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے چوہدری نور حسن صاحب کا تقرر بطور امیر حلقہ گوجرہ اور سردار فیض اللہ خان صاحب کا تقرر امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ڈیرہ غازیخان تا ۶۸-۱۹۶۷ء منظور فرمایا ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں (ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان)